ناول : سایہ ستم

ازقلم : اویس احمد

قسط نمبر : 02

. . . .

ویئر ہاؤس کے اندر دواں اور بارود کی بو پھیلی
ہوئی تھی۔

باسم عباس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ کمرے خالی ہیں۔۔۔

ہر طرف سناٹا اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔

مسٹر علی۔۔۔

عصام حیدر کی گونجدار آواز وئیر ہاؤس میں گونجی مگر جواب میں صرف گولیوں کے خالی ہول فرش پر گرنے کی آواز گونج رہی تھی۔

فورینسک ایکسپرٹ ٹیم نے بھی جلدی سے اپنا کام شروع کیا۔۔

عائشہ نور نے اپنے لیپ ٹاپ پر کیمرے کی ریکارڈنگ ہیک کر کے نکالی تو ایک لرز ہیز حقیقت سامنے آئی۔

سر ۔۔۔ عائشہ نور نے لیپ ٹاپ کے سکرین عصام حیدر کی طرف گھمائی یہ لوگ احمد علی کو حملے سے دس منٹ پہلے یہاں سے نکال چکے تھے۔۔

ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی سب پلان کر لیا گیا تھا۔۔۔
عصام حیدر کے چہرے پر سختی اور غصّہ چھا گیا۔۔

(ملک حاکم ۔۔۔ تم نے ہمیں پھر سے دھوکا دیا)

اسی لمحے عائشہ نور نے آہستہ سے کہا
سر ۔۔۔ مایوس ہونے کا وقت نہیں ہے، ایک لوکیشن ٹریس ہوئی ہے لیکن یہ رسک لینا آسان نہیں ہوگا۔۔

عصام حیدر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔
روشنی اور اعتماد سے بھری آنکھیں۔
لمحہ بھر کو وقت جیسے تھم سا گیا۔

مس عائشہ، آپ کی ہمت اور ذہانت کے بغیر یہ
مشن نا مکمل ہے، عصام حیدر ہلکی مسکراہٹ اور دھیمی آواز سے بولا۔

عائشہ نور کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔۔۔

باہر بارش شروع ہو چُکی تھی، رات کے اندھیرے میں جب سب ٹیم واپس نکل رہی تھی تو اچانک گولیوں کی ٹرٹراہٹ دوبارہ شروع ہو گئی۔

عصام حیدر نے عائشہ نور کو ایک جھٹکے سے قریب کھینچا تاکہ وہ گولیوں کی زد سے بچ سکے”۔

اک لمحے کے لئے دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے تھے کہ دلوں کو دھڑکنیں صاف سنائی دینی لگی۔

آپ ٹھیک ہیں ؟" عصام حیدر نے پریشانی کی حالت میں پوچھا

"جی--- لیکن آپ نے اپنی جان خطرے میں کیوں ڈالی؟
عائشہ نور نے دھڑکتے دل اور کپکپاتی آواز میں کہا۔

شاید یہ اب یہ مشن نہیں رہا " عصام حیدر کی نظریں عائشہ نور پر جمی ہوئی تھی۔-
عائشہ نور کے گال ہلکے سے سرخ ہو گئے، لیکن اس
نے اپنی نظریں جھکا لی تھی۔

....

ملک حاکم اپنی خفیہ پناہ گاہ میں مسٹر احمد علی کو نئے قیدی سیل میں منتقل کر رہا تھا۔
اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

بارش تیز ہو چُکی تھی۔
اندھیری رات میں ویئر ہاؤس کے باہر بارود اور گولیوں کی ترتراہٹ گونج رہی تھی۔

عصام حیدر نے دیوار کے پیچھے جھک کر اپنی
ٹیم کو کور اپ کر رہے تھے---

سر --- یہ پیشہ ور لگتے ہیں، پوزیشن بدل بدل کر حملہ کر رہے ہیں ! باسم عباس نے ہانپتی سانسوں میں کہا۔

یہ وہی لوگ ہیں جنہیں ملک حاکم نے ہمارے پیچھے چھوڑا ہے، کسی بھی قیمت پر ان کا مقابلہ کرنا " ہوگا۔

عائشہ نور اپنے لیپ ٹاپ کے ساتھ بارش میں بھیگ رہی تھی، مگر اس چہرے پر خوف کے بجائے مسکراہٹ تھی۔

سر -- میں نے ان کے کمیونیکیشن سسٹم میں گسنے کی کوشش کی ہے، ایک لوکیشن سگنل ٹریس ہوا ہے--- لیکن--

وہ رک گئی۔

لیکن کیا ؟" عصام حیدر نے سخت لہجے میں پوچھا۔

یہ ٹریپ بھی ہو سکتا ہے"۔ عائشہ نور نے دھیمی آواز میں کہا۔ "

کیپٹن عصام حیدر نے لمحہ بھر کے لئے عائشہ کی آنکھوں میں جھانکا۔

اگر یہ ٹریپ بھی ہے.... تو ہمیں جانا ہوگا۔ "
کیونکہ احمد علی جان داو پر ہے--

اس لمحے دشمن کی گولی ایک بالشت کے فیصلے سے گزری۔ عصام حیدر نے عائشہ کو بازو سے کھینچا اور دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

میں نے کہا تھا، سامنے مت آنا!" اس کے لہجے میں

غصّے کے ساتھ بے چھینی بھی تھی۔

عائشہ نور کی آواز ہلکی تھی مگر اس میں ضد جھلک رہی تھی۔

اور میں نے کہا تھا... یہ جنگ ہم ساتھ لڑیں گے۔ "
ایک لمحے کے لیے وقت جیسے تھم سا گیا، مگر
اگلی ہی گڑھی ایک زور دار دھماکے نے زمین ہلا دی۔
دشمن اب کوئی بھاری ہتھیار کا استعمال کر رہا
تھا۔

....

احمد علی نیم بے ہوشی کی حالت میں قید خانے کے فرش پر پڑا ہوا تھا۔

زنجیروں سے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھے ہوئے تھے۔

ملک حاکم آہتہ آہستہ کمرے میں داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں سگار جل رہا تھا۔

ویلکم ٹو ہیل، مسٹر علی..." وہ طنزیہ انداز میں بولا۔"

احمد علی نے ٹوٹتی ہوئی سانسوں میں کہا۔
تم جتنا چاہو کھیل کھیل لو ... میرا ایمان تم نہیں توڑ سکتے۔ "

ملک حاکم کے چہرے پر خوفناک مسکراہٹ پھیل گئی۔

ایمان ؟ ہا ہا ہا .... ایمان پیٹ نہیں بھرتا۔ طاقت بھرتی ہے۔ "
"اور وہ اس وقت میرے پاس ہے۔
اس نے سگار کا دھواں احمد علی کے چہرے پر پھینکا اور دروازہ بند کر کر باہر نکل گیا۔

....

دھماکے کے بعد وئیر ہاؤس کر اندر ہر طرف آگ بھڑک اٹھی۔

عصام حیدر نے زخمی ٹیم ممبر کو سہارا دیا۔

عائشہ نور اپنا لیپ ٹاپ گمایا اور کانپتی آواز میں کہا۔
سر -- لوکیشن کنفرم ہو گئی ہے۔ احمد علی اس قید کھانے میں قید ہے.... لیکن یہ جگہ دشمن کے ہیڈکواٹر "
کے عین بیچ میں ہے۔

عصام حیدر نے مٹی اور خون سے بھرے چہرے کے ساتھ سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر فیصلہ ہو گیا۔ اگلا قدم ... موت کے منہ میں ہوگا۔ "

رات گہری ہو چُکی تھی۔

بارش تھم گئی تھی مگر زمین پر بارود کی بو اب بھی پھیلی ہوئی تھی۔

عصام حیدر نے اپنی ٹیم کو جمع کیا، زخمی ساتھی کو ایمبولینس میں بھیجنے کے بعد اسکی نظریں سیدھی عائشہ نور پر جمی تھیں۔

"اب سیدھا دشمن کے دل میں جانا ہوگا۔ "
کیپٹن عصام حیدر نے فولادی لہجے میں کہا۔

"عائشہ نے کانپتی ہوئی سانس کے ساتھ لیپ ٹاپ اس کے سامنے گمایا۔
سر۔۔ یہ لوکیشن بالکل کنفرم ہے، لیکن یہاں تک پہنچنے کا مطلب ہے ہر قدم پر موت کا سایہ۔

عصام کی نظریں سخت تھیں۔

یہ فیصلہ ہم نے پہلے کر لیا تھا۔ مشن کے لئے جان
....دینا پڑی تو دیں گے
لیکن احمد علی کو زندہ واپس لائیں گے۔

....

قید حانے کی تنگ کوٹھری میں احمد علی بےہوش پڑا ہوا تھا۔

"زنجیروں نے اس کے ہاتھوں کو زخمی کر دیا تھا۔
اچانک دروازہ چر چراہٹ کے ساتھ کھلا۔

ملک حاکم اندر آیا، اس کے ساتھ ایک لمبا چوڑا آدمی تھا جس کے ہاتھ میں برقی ڈنڈا تھا۔

مسٹر علی۔۔ تمہارے دوست تمہیں ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں۔
"
ملک حاکم نے ہنستے ہوئے کہا۔
لیکن تمہارا وقت ختم ہونے والا ہے۔
"کل صبح تک اگر وہ یہاں پہنچے بھی... تو انہیں تمہاری لاش ہی ملے گی۔

احمد علی نے خون آلودہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔
"اگر میری سانس باقی ہے تو سمجھ لو تمہاری شکست یقینی ہے۔

ملک حاکم کے ماتھے کی رگ پھڑکنے لگی۔
وہ چیخا۔
ایمان کے نام پر بہادری دیکھا رہے ہو ؟؟
دیکھتے ہیں کب تک دکھاتے ہو۔

وہ آدمی آگے بڑھا اور برقی ڈنڈا احمد علی کے جسم پر مارا۔

ایک دل دہلا دینے والی چیخ قید خانے کی دیواروں سے ٹکرا گئی۔۔۔

....

وہ چاروں ایک گاڑی میں تھے۔

سڑک سنسان اور ویران تھی۔ ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔

باسم عباس نے مڑ کر کہا۔
کیپٹن یہ راستہ سیدھا دشمن کے ہیڈ کواٹر کی طرف جا رہا ہے۔ "

"ہمیں سوچنا ہوگا کہ پلان کیا ہو گا۔
پلان آسان ہے.... حملہ کریں گے، اور احمد علی کو زندہ واپس لائیں گے۔

عصام حیدر نے جواب دیا۔

سر ۔۔ آپ جانتے ہیں یہ آساں نہیں ہوگا۔
’’ان کے پاس جدید ہتھیار اور سینکڑوں گارڈز ہیں۔
عائشہ نے چونک کر کہا۔

ہاں، لیکن ہمارے پاس ہمت ہے۔ اور .... ایک دوسرے کر بھروسہ۔
عصام حیدر نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

یہ سنتے ہی عائشہ نور لمحہ بھر کو خاموش ہو گئی۔

اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو چُکی تھی۔

گاڑی ایک سنسان مقام پر رکی۔
سامنے اندھیرے میں ایک پہاڑی نما عمارت دکھائی دے رہی تھی۔۔۔

یہ وہ عمارت تھی جہاں مسٹر علی کو ملک حاکم نے قید کر رکھا تھا۔۔۔

اونچی دیواروں پر سرچ لائٹس گھوم رہی تھیں اور ہر کونے پر مسلح گارڈ کھڑے تھے۔

عصام حیدر نے گاڑی سے اترتے ہوئے آخری جملہ کہا۔
یہ ہے وہ جگہ جہاں یا تو ہم جیتیں گے... یا ہمشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔

کیمرا جیسے زوم ہوا اس قید خانے کی طرف جہاں احمد علی خون میں لت پت زنجیریں میں جکڑا آخری دعا مانگ رہا تھا۔۔۔
....

اندھیری رات مزید گہری ہو چُکی تھی۔
اونچی دیواروں پر گھومتی سرچ لائٹس اور گارڈز کے قدموں کی چاپ، گویا موت کے پہرے تھے۔

سر ۔۔۔ اندر جانا نا ممکن لگ رہا ہے۔
باسم عباس نے دبے لہجے میں کہا۔

نا ممکن وہ ہوتا ہے، جو ہم کوشش نہ کریں‘‘
عصام حیدر کی آنکھوں میں فولاد جھلک رہا تھا۔

عائشہ نور اپنے لیپ ٹاپ کھولے اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھی۔
سر۔۔۔ سیکورٹی کیمرے اور آوٹ سائڈ الیکٹرک گرڈ ہیک کر لیا ہے۔

’’دس منٹ تک یہ لوگ اندھے اور بہرے رہیں گے۔
وہ ہلکی سی مسکرائی۔
لیکن اس کے بعد .... ہر طرف قیامت ہو گی۔

کیپٹن عصام نے ایک لمحہ اس کی آنکھوں میں دیکھا، پھر سر ہلایا۔

’’دس منٹ ہی کافی ہیں۔
....

ملک حاکم قیدی کے سامنے کرسی پر بیٹھا سگار کے دھواں اڑا رہا تھا۔

مسٹر علی، وقت ختم ہو رہا ہے۔
صبح سورج نکلنے سے پہلے تمہاری زندگی بجھ جائے گی۔

احمد علی نے کمزور مگر پُر عزم لہجے میں کہا
زندگی تمہارے ہاتھ میں نہیں، میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔

ملک حاکم کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیلی تھی۔
. . . .

یہ آخری موقع ہے، اندر گھسنے کے بعد پیچھے مڑنے کا وقت نہیں ہوگا۔

باسم عباس نے سر ہلایا، اس کی آنکھوں میں عزم نظر آ رہا تھا۔

سر ۔۔ ہمیں احمد علی کو زندہ واپس لانا ہے، باسم عباس نے آہستہ سے کہا۔

اور اگر یہ لوکیشن بھی ٹریپ ہوا تو؟؟ ہبہ علی نے عصام حیدر سے کہا۔
عصام حیدر نے بھاری لہجے میں جواب دیتے کہا، تو پھر فیصلہ ہوگا… یا ہم جیتیں گے یا مر جائیں گے۔

عائشہ نے سیکورٹی سسٹم بند کر دیا تھا۔
چند لمحوں کے لئے روشنی بجھ گئی اور آہٹ رک گئی تھی۔

یہی وہ موقع تھا۔۔۔۔

عصام حیدر اور اور باقی ٹیم ممبر تیزی سے دیوار پھلانگ گئے تھے۔

قدموں کی چھاپ سنائی دے رہی تھی۔

کیپٹن عصام نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو تیار رہنے کا حکم دیا۔
ایک گارڈ سامنے سے گن پکڑے پہرا دیتا ہوا گزر رہا تھا، عصام حیدر نے حوصلے اور ہمت سے اس پر جھپٹ کر گلا دبا دیا اور زمین پر گرا دیا۔

خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

آگے بڑھو۔

وقت کم ہے، عصام حیدر نے سرگوشی کی۔
. . . .

احمد علی زنجیروں سے سے بندھا جو اپنے رب سے دعا مانگ رہا تھا۔

اسے لگا دیور کے اس پر کچھ شور ہو رہا ہے۔

اس کی کمزور آنکھوں میں امید کی کرن ابھری۔
.
.
.
. . . .

جیسے ہی وہ اندرونی حصے کی طرف بڑھے، اچانک سائرن بجنے لگا۔

انہیں پتہ چل گیا ہے!" عائشہ کی آواز کانپ گئی۔

دشمن کے گارڈز نے فائرنگ شروع کر دی۔

گولیوں کی بوجھاڑ اندھیرے کو چیرتی ہوئی ان کی طرف بڑھی۔

کیپٹن نے سب کو دیوار ساتھ ہونے کا اشارہ کیا۔

احمد علی زنجیروں میں جکڑا ہوا خون اس کے چہرے سے بہہ رہا تھا۔

اس کی آنکھیں آسمان کی طرف تھی، وہ اپنے رب سے دعا مانگ تھا۔

باہر گولیوں کی گھن گرج رہی تھی جس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

ایک تیز رفتار گولی اندھیرے کو چیرتی ہوئی آئی۔

سر..... عائشہ نور کی چیخ نکلی
وہ لرزتی ہوئی عصام حیدر کے سامنے گری، اس کے بازو پر گولی لگی چُکّی تھی۔
مگر خون تیزی سے بہنے لگا۔

عائشہ۔۔۔

کیپٹن عصام حیدر کے لہجے میں ایک ایسا کرب تھا جو کبھی کسی نے نہ سنا تھا۔

اس نے عائشہ نور کو اپنے بازوؤں میں تھاما۔
عائشہ نور کی سانسیں تیز تھیں، ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

کیپٹن.... آپ نے ہمیشہ کہا کہ یہ جنگ ہم ساتھ لڑیں گے.. تو پھر آج مجھے پیچھے کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟؟

عصام کی آنکھوں میں نمی اتر آئی، مگر اس نے چہرہ مضبوط کر لیا۔
تمہیں کچھ نہیں ہوگا، مس عائشہ.... میں تمہارے ساتھ ہوں۔

باسم عباس اور باقی ٹیم ممبر قلعے کے اندر داخل ہو چکے تھے جہاں ایک کے بعد ایک گارڈ کو موت کی نیند سلاتے ہوئے قید خانے کی اور بڑھ رہے تھے۔

ملک حاکم پھر سے فرار ہو چُکّا تھا۔

مگر اس بار مسٹر علی کو وہ وہاں سے نکال نا سکا۔

باسم عباس نے قید خانے کے دروازے کو لات مارتے ہوئے اندر گس گیا اور با آسانی مسٹر علی تک پہنچ چُکّا تھا۔

علی احمد آنکھوں میں خوشی کی لہر دوڑی تھی... اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔

جسم بے جان تھا احمد علی چل نہیں پا رہا تھا، سپاہی باسم عباس آواز کی آواز گونجی تھی، احمد علی کو ایمبولینس میں ڈال کر فوراً اسپتال پہنچاؤ۔

ہبہ علی جو باسم عباس کو دیکھتی رہ گئی، بہادری اور ہمت کی داد دیتی ہوئی باسم کے قریب ہوئی تھی۔

باسم عباس نے ہبہ کو اگنور کرتے ہوئے کیپٹن عصام کی طرف بڑھا جہاں وہ عائشہ نور کو اپنی باہوں میں اٹھائے گاڑی کی طرف کی طرف بھاگ رہے تھے۔

....

احمد علی اور عائشہ نور کو قریبی ہسپتال منتقل کر لیا گیا تھا۔

سورج کی ہلکی کرنے اور روشنی میں عائشہ نور سفید بستر پر لیٹی تھی۔
جب اس کی آنکھ کھلی تو سب سے پہلے منظر کیپٹن عصام حیدر کی تھکی ہوئی مگر پرعزم آنکھوں کا تھا۔

وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھا تھا۔
رات بھر جاگنے کی تھکن اس کے چہرے پر عیاں تھی۔

سر آپ یہاں..؟ عائشہ نور نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

عصام نے ایک لمحے کے لئے نظریں جھکا لیں، پھر آہستگی سے بولا۔

جنگ جیتنے کے بعد بھی .... دل نے سکون تب پایا جب تم نے آنکھیں کھولیں۔

عائشہ نور کے لبوں پر ہلکی مسکواہٹ ابھری،، پھر آہستہ سے بولی۔

آپکو پتا ہے کیپٹن.... اس لمحے مجھے پہلی بار لگا کہ یہ صرف مشن نہیں... یہ کچھ اور ہے۔۔

عصام حیدر نے جھک کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

ہاں... مس عائشہ... شاید یہ مشن نہیں تھا۔
اس دونوں کی نظریں ملیں،، وقت جیسے رک سا گیا۔

سورج اب پوری طرح طلوع ہو چُکا تھا، جس کی روشنی سے کمرا پوری طرح سے روشن ہو چکا تھا۔

کمرے کے اندر ایک اور موسم جنم لے چُکا تھا۔

....

جہاں کیپٹن عصام کرسی پر بیٹھا تھا، آنکھوں کے نیچے تھکن کے سائے مگر دل میں ایک عزم۔
آپ نے مجھے بچا لیا،،،" عائشہ کی آواز مدھم تھی۔ "

عصام حیدر نے آہستہ سے جواب دیا، نہیں... تم نے خود کو بچایا ہے۔
تمہارے حوصلے نے مجھے بھی جیتنے پر مجبور کیا۔
"

عائشہ نور کی آنکھیں بھر آئیں۔

کیپٹن... اگر میں نا بچتی تو ...؟
عصام حیدر لمحہ بھر کے لیے حاموش رہا، پھر گہری سانس لی۔۔
....تو شاید یہ جنگ میرے لئے ختم ہو جاتی
کیوں کے میرا سب سے بڑا ہتھیار تم ہو، مس عائشہ ۔۔

ایک خاموش مسکرات دونوں کے درمیان بہہ گئی۔